بچے کی جنس کا انتخاب: فقہ اسلامی کی روشنی میں

عصمت اللہ ۞

جدید میڈیکل سائنس کی ترقی نے جہاں انسان کو کئی فوائد سے ہم کنار کیا، وہیں دین اور مذہب کے حوالے سے ذہنوں میں سوالات بھی پیدا کیے ہیں۔ انھی سوالات میں سے ایک ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کی صنف معلوم کر لینا یا اس کی صنف کے تعین میں جدید تحقیقات کی معاونت سے مداخلت کرنا بھی ہے۔ سائنسی آلات کے ذریعے ماں کے پیٹ میں بچے (جنین) کی جنس، اس کو لاحق ہونے والی مختلف بیماریاں اور ان کے اثرات دریافت کیے گئے، پھر میڈیکل سائنس نے مزید پیش قدمی کرتے ہوئے حسب خواہش بچے یا بچی کی صنف کے تعین کو بھی ممکن بنا دیا اور آج دنیا میں اس طرح کے سینکڑوں آپریشن زیر عمل ہیں۔ اس کو نتیجے میں ایک مسلمان کے ذہن میں کئی طرح کے سوالات اور شکوک وشبہات کا پیدا ہونا فطری ہے مثلاً:

- کیا جنین کی صنف ماں کے پیٹ میں معلوم کی جا سکتی ہے؟
- اگر ہاں، تو کیا یہ ایمان اور مسلمہ اسلامی عقیدہ سے متعارض نہیں؟
- کیا کوئی انسان جنین کی صنف کے تعین میں دخل انداز ہو سکتا ہے؟
- اگر ہاں، تو کیا یہ مشیئت الٰہی اور ارادۂ خداوندی کے خلاف نہیں؟
- اور کیا اسلام کے نقطۂ نظر سے اولاد کے لیے بیٹے یا بیٹی کا انتخاب کرنا درست ہے؟ اور اس چناؤ کے لیے شرعی حدود وآداب کیا ہیں؟ اس مختصر مقالے میں انھی سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اولاد: ایک فطری خواہش

بیٹے یا بیٹی کا انتخاب شادی شدہ جوڑوں کے لیے ایک خواہش ہی نہیں، بلکہ تمنا کا درجہ رکھتا ہے، بالخصوص ان لوگوں کے لیے جن کے ہاں اولاد میں صرف بیٹیاں ہی ہوں۔ یہ ہر زمانے میں ایک ایسی خواہش رہی ہے جس کے حصول کے لیے انسان سو جتن کرتا ہے، اور ایک موہوم امید کی تلاش میں موجود سکون اور اطمینان کو قربان

۞ ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ فقہ و قانون، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

کرنے سے بھی پیچھے نہیں رہتا۔ زمانۂ قدیم سے ایک غلط اور غیر متوازن سوچ انسان پر غالب رہی ہے کہ بچیاں بوجھ اور ذمے داری، جب کہ بچے دست وبازو، اور کسب وآمدن کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

عربی ادب میں بچیوں سے کراہت ونفرت کی علامت کے طور پر ایک بدو-ابو حمزہ ضبی نامی-کا ذکر موجود ہے، اس نے کسی محفل میں اولاد کے فوائد وثمرات سنے تو کہنے لگا: کسی عورت سے میری شادی کرادو، میں اس سے ایک نر بچہ حاصل کروں گا، پھر اسے گھڑ سواری سکھلاؤں گا، تاکہ گھوڑ دوڑ کا میدان سجے تو اس میں مقابلہ جیت سکے، دوسرا اس کو کمان سے ایسی ماہرانہ تیر اندازی سکھاؤں گا کہ دشمن کی آنکھ میں نشانہ لگا کر تیر اندازی کرے، اور تیسرا اس کو شعر و ادب میں ایسی مہارت تامہ دلواؤں گا کہ اس میدان کے شہ سواروں کو چت کردے۔ اس کے ان بھرپور عزائم کی تکمیل میں مدد بہم پہنچانے کے لیے ایک خاتون کا نکاح اس سے کرایا گیا، وقت گزرنے پر اس کے ہاں ایک بچی کی ولادت ہوئی، تو اس نے مایوسی کے جاہلیت پر مبنی جذبات کا اظہار کیا۔

خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اس خاتون کو پھر حمل ہوگیا، اور بدو کو اپنی امیدیں اور تمنائیں بر آنے کا سہارا محسوس ہوا۔ شاید اس کے ذہن میں یہ تھا کہ اولاد کی صنف کے چناؤ میں ماں کا بھی کوئی کردار ہے، چنانچہ ولادت کا مرحلہ شروع ہوا تو بدو نے آخری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دردِ زہ میں مبتلا "رباب" نامی اپنی بیوی سے نرینہ اولاد کی درخواست پیش کی۔ اس کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی اور دومرتبہ کی کوشش نتیجہ خیز نہ ہوسکی اور وہ خواہش کے باوجود نرینہ اولاد حاصل نہ کرسکا، اب تیسری مرتبہ پھر اس کے ہاں بچی کی پیدائش ہوئی تو اس نے غصے میں اپنا گھر چھوڑ دیا، اور پڑوس میں قریب ہی کہیں رہائش اختیار کرلی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس کا ماں بیٹی کے رہائشی خیمے کے پاس سے گزر ہوا تو دیکھا کہ ماں اپنی لختِ جگر بیٹی کے ساتھ کھیلتے ہوئے رجزیہ اشعار گنگنا رہی ہے:

مَا لِأَبِي حَمْزَةَ لَا يأْتِينَا   يظَلُّ فِي الْبَيتِ الَّذِي يلِينَا

غَضْبَانَ أَنْ لَا نَلِدُ الْبَنِينَا   تَاللهِ مَا ذَلِكَ فِي أَيدِينَا

وَإِنَّمَا نَأْخُذُ مَا أُعْطِينَا   وَنَحْنُ كَالْأَرْضِ لِزَارِعِينَا

نُنْبِتُ مَا قَدْ زَرَعُوْه فِينَا

ابو حمزہ کو کیا ہوگیا کہ اب وہ ہمارے پاس نہیں آتا؟! حالاں کہ ہمارے قریب ہی ایک گھر میں ہوتا ہے، اس کو اس بات پر غصہ ہے کہ ہم نرینہ اولاد کیوں نہیں جنتے، بخدا! یہ بات ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ ہم بچے کی

جنس کا فیصلہ کریں۔ ہمیں جو کچھ عطیہ کیا جائے اسے قبول کرنے پر مجبور ہیں، بالکل زمین کی طرح کہ کاشت کرنے والے نے جو بیج زمین میں ڈالا ہم اسی کو اگاتے اور پروان چڑھاتے ہیں۔

ابو حمزہ سلیم الفطرت عرب بدو تھا، اس نے ماں کی زبان سے بیٹی کے لیے ممتا بھری لوریوں کو غور سے سنا اور ان میں چھپی حقیقت کو پالیا، اور یہ اشعار سنتے ہی سیدھا خیمے کے اندر آ گیا اور اپنی غلط اور غیر متوازن سوچ سے رجوع کرتے ہوئے اپنی بیوی کے سر کو بوسے دینے لگا، اور بیٹی سے پیار کیا اور کہا: رب کعبہ کی قسم! میں نے تم دونوں پر ظلم کیا۔[1]

اولاد کی صنف کا انتخاب بالعموم پیش آنے والا ایک ایسا سوال ہے، جس کا جواب خود قرآن مجید نے دیا کہ نرینہ اولاد کی خواہش اور چاہت کو انسان کی جبلت میں رکھا گیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ وَٱلۡبَنِينَ وَٱلۡقَنَٰطِيرِ ٱلۡمُقَنطَرَةِ مِنَ ٱلذَّهَبِ وَٱلۡفِضَّةِ وَٱلۡخَيۡلِ ٱلۡمُسَوَّمَةِ وَٱلۡأَنۡعَٰمِ وَٱلۡحَرۡثِۗ ذَٰلِكَ مَتَٰعُ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۖ وَٱللَّهُ عِندَهُۥ حُسۡنُ ٱلۡمَـَٔابِ ﴾[2] (یعنی لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس- عورتیں، نرینہ اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں- بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے، وہ تو اللہ کے پاس ہے۔)

شہوات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو طبعی اور فطری طور پر انسان کو مرغوب اور پسندیدہ ہیں؛ اس لیے ان میں رغبت اور ان کی محبت ناپسندیدہ نہیں ہے، بہ شرطے کہ اعتدال کے اندر اور شریعت کے دائرے میں رہے۔ ان کی تزیین بھی اللہ کی طرف سے آزمائش ہے۔ اسی طرح بیٹوں کی محبت بھی ایک آزمائش ہے اگر اس کا مقصد اور نیت مسلمانوں کی قوت میں اضافہ اور بقاو تکثیر نسل ہے تو محمود ہے ورنہ مذموم۔

اسی طرح عقیدہ وایمان کے لحاظ سے بھی قرآن مجید میں واضح کر دیا کہ جنس یا صنف جنین کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی مشیئت خاص، اور حکم کے تحت ہوتا ہے، چنانچہ خالقِ کونین فرماتے ہیں: ﴿ لِّلَّهِ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ

۱- ابو عمر شہاب الدین احمد بن محمد المروف بہ ابن عبد ربہ اندلسی، **العقد الفرید** (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۰۴ھ)، ۴: ۷۲-۷۳؛ ابو عثمان عمرو بن بحر المعروف بہ الجاحظ، **البیان و التبیین** (بیروت: دار و مکتبة الهلال، ۱۴۲۳ھ)، ۱:۱۶۵، ۳:۲۷۵۔

۲- القرآن ۳: ۱۴۔

وَٱلۡأَرۡضِۚ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُۚ يَهَبُ لِمَن يَشَآءُ إِنَٰثٗا وَيَهَبُ لِمَن يَشَآءُ ٱلذُّكُورَ * أَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانٗا وَإِنَٰثٗاۖ وَيَجۡعَلُ مَن يَشَآءُ عَقِيمًاۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٞ قَدِيرٞ ﴾[۳] (اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔)

یعنی زمین و آسمان کی بادشاہی کا مالک اکیلا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی بادشاہی کے مطلق (Absolute) ہونے کا ایک کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ کوئی انسان، کبھی اس پر قادر نہیں ہو سکا ہے کہ دوسروں کو دلوانا تو درکنار، خود اپنے ہاں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا کر سکے۔ جسے خدا نے بانجھ کر دیا وہ کسی دوا اور کسی علاج اور کسی تعویذ گنڈے سے اولاد والا نہ بن سکا، جسے خدا نے لڑکیاں ہی لڑکیاں دیں، وہ ایک بیٹا بھی کسی تدبیر سے حاصل نہ کر سکا، اور جسے خدا نے لڑکے ہی لڑکے دیے وہ ایک بیٹی بھی کسی طرح نہ پا سکا۔ اس معاملے میں ہر ایک مکمل بے بس رہا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اولاد کی نعمت سے نوازنا، یا محروم رکھنا، صرف بیٹیاں دینا، یا صرف بیٹے دینا، یا دونوں — بیٹے اور بیٹیاں — دے دینا، سراسر خالق کی صواب دید، اور مشیئت پر منحصر ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والا جنین بیٹی ہے یا بیٹا، اس کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ میں نفخ روح کے مرحلے سے بھی قبل کرتے ہیں، اور فرشتوں کو بھی اس راز کا علم نہیں ہوتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر اس کی جنس کو ریکارڈ کرتے ہیں۔

اس کی بہترین وضاحت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث سے ہوتی ہے، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق نے فرمایا:

إِنَّ أحدكم يجْمَعُ خَلْقُه فِي بَطْنِ أُمِّه أَرْبَعِينَ يوْمًا، ثُمَّ يكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يبْعَثُ اللهُ مَلَكًا فيؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ ويقَالُ لَه: اكْتُبْ عَمَلَه وَرِزْقَه وَأَجلَه وَشَقِي أَوْ سَعِيدٌ ثُمَّ ينْفَخُ فِيه الرُّوحُ.[۴]

۳- القرآن ۴۲: ۴۹-۵۰۔

۴- محمد بن اسماعیل البخاری، صحيح البخاری، كتاب بدء الخلق ،باب ذكر الملائكة، حدیث:۳۲۰۸، مسلم بن حجاج القشیری، صحيح مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي، حدیث: ۲۶۴۳۔

(تم سب انسانوں میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن اس کی ماں کے پیٹ میں(واقع رحم میں مادہ ولوازمِ تخلیق کو) جمع کر کے پوری کی جاتی ہے، پھر اسی طرح نطفہ چپکنے والا خون(علقہ) بن جاتا ہے، پھر ایسے ہی وہ مضغہ (منہ میں چبائی جانے والی ایک بوٹی کے بہ قدر گوشت) ہوجاتا ہے، پھر اللہ تعالی ایک فرشتے کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتے ہیں کہ ان کو لکھ لو،اس کا عمل، اس کا رزق وروزی،اس کی مہلتِ عمل(موت کا وقت) اور شقاوت یا سعادت، پھر اس کے بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔)

اب یہ بات مسلم ہے کہ نرینہ اولاد کی رغبت انسان کی جبلت وفطرت میں رکھی گئی ہے، اور اسلام نے بھی اس فطرت وجبلت کو چند قواعد وضوابط کا پابند بنا کر، برقرار رکھا ہے۔

انھی قواعد وضوابط میں سے ایک یہ ہے کہ کسی ایک جنس سے نفرت کی بنیاد پر صنف کا انتخاب اور چناؤ درست نہ ہو گا، کیوں کہ کسی خاص صنف کے وجود کو ختم(قتل) کرنا یا اس کو دنیا میں آمد سے قبل ہی اسقاط وغیرہ کے ذریعے روک دینا، وہ غلط ذہنیت ہے جو مشرکین عرب میں پائی جاتی تھی اور قرآن نے اس کی مذمت کی اور درست طرزِ فکر وعمل کی رہ نمائی کی: ﴿ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ * وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ * يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴾[۵] (یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! اور ان کے لیے وہ جو یہ خود چاہیں؟ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر سیاہی چھاجاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبادے؟ دیکھو، کیسے برے حکم ہیں جو یہ خدا کے بارے میں لگاتے ہیں۔)

مزید فرمایا: ﴿ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ * بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ * ﴾[۶] (اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟) اس آیت کے انداز بیان میں شدید غضب کا اظہار پایا جاتا ہے جس سے زیادہ غضب کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔بیٹی کو زندہ گاڑنے والے ماں باپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایسے قابل نفرت ہوں گے کہ ان کو مخاطب کر کے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اس معصوم کو کیوں قتل کیا، بلکہ ان سے نگاہ پھیر

۵- القرآن ۱۶: ۵۷-۵۹۔

۶- القرآن ۸۱: ۸-۹۔

کر معصوم بچی سے پوچھا جائے گا کہ تو بے چاری آخر کس قصور میں ماری گئی، اور وہ اپنی داستان سنائے گی کہ ظالم ماں باپ نے اس کے ساتھ کیا ظلم کیا اور کس طرح اسے زندہ دفن کر دیا۔

اس کے علاوہ اس مختصر سی آیت میں ایک بہت بڑا مضمون الفاظ میں بیان کیے بغیر خود بہ خود اس کے اسلوب ادا سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جس لڑکی کو زندہ دفن کر دیا گیا، آخر اس کی کہیں تو داد رسی ہونی چاہیے۔ اور جن ظالموں نے یہ ظلم کیا، آخر کبھی تو وہ وقت آنا چاہیے جب ان سے اس بے دردانہ ظلم کی باز پرس کی جائے۔ دفن ہونے والی لڑکی کی فریاد دنیا میں تو کوئی سننے والا نہ تھا۔ جاہلیت کے معاشرے میں اس فعل کو بالکل جائز کر رکھا گیا تھا، نہ ماں باپ کو اس پر کوئی شرم آتی تھی، نہ خاندان میں کوئی ان کو ملامت کرنے والا تھا، نہ معاشرے میں کوئی اس پر گرفت کرنے والا تھا؛ پھر کیا خدا کی خدائی میں ظلم عظیم بالکل ہی بے نتیجہ رہ جانا چاہیے؟

مشرکین عرب میں اس معاملے میں جو شقاوت برتی جاتی تھی اس کا قصہ ایک شخص نے خود نبی ﷺ سے ایک مرتبہ بیان کیا۔ **سنن دارمی**[۷] کے پہلے ہی باب میں حدیث منقول ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے اپنے عہد جاہلیت کا یہ واقعہ بیان کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جو مجھ سے بہت مانوس تھی۔ جب میں اس کو پکارتا تو دوڑی دوڑی میرے پاس آتی تھی۔ ایک روز میں نے اس کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑا۔ راستے میں ایک کنواں آیا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کنویں میں دھکا دے دیا۔ آخری آواز جو اس کی میرے کانوں میں آئی، وہ تھی ہائے ابا، ہائے ابا! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ رو دیے اور آپ کے آنسو بہنے لگے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا اے شخص تو نے حضور کو غمگین کر دیا۔ حضور نے فرمایا اسے مت روکو، جس چیز کا اسے سخت احساس ہے اس کے بارے میں اسے سوال کرنے دو۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنا قصہ بیان کر۔ اس نے دوبارہ اسے بیان کیا اور آپ سن کر اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جاہلیت میں جو کچھ ہو گیا اللہ نے اسے معاف کر دیا، اب نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کر۔

در حقیقت یہ اسلام کی برکتوں میں سے ایک بڑی برکت ہے کہ اس نے نہ صرف یہ کہ عرب سے اس انتہائی سنگ دلانہ رسم کا خاتمہ کیا، بلکہ اس تخیل کو مٹایا کہ بیٹی کی پیدائش کوئی حادثہ اور مصیبت ہے، جسے بادل ناخواستہ برداشت کیا جائے۔ اس کے برعکس اسلام نے یہ تعلیم دی کہ بیٹیوں کو پرورش کرنا، انھیں عمدہ تعلیم و

۷- ملاحظہ ہو: ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی، **مسند الدارمي المعروف به سنن الدارمي**، المقدمة، باب بَاب مَا كَانَ عَلَيه النَّاسِ قَبْلَ مَبْعَثِ النَّبِى صَلَّى الله عَلَيه وَسَلَّمَ مِنْ الْجَهل وَالضَّلَالَةِ، حديث: ۲۔

تربیت دینا اور انھیں اس قابل بنانا کہ وہ ایک اچھی گھر والی بن سکیں، بہت بڑا نیکی کا کام ہے۔ یہی وہ تعلیم ہے جس نے لڑکیوں کے متعلق لوگوں کا نقطۂ نظر صرف عرب ہی میں نہیں، بلکہ دنیا کی ان تمام قوموں میں بدل دیا جو اسلام کی نعمت سے فیض یاب ہوتی چلی گئیں۔

ہم اس مضمون میں جدید طب کے پیدا کیے ہوئے اسی قسم کے اہم سوالوں کا جواب شرعی نصوص، فقہی قواعد، نیز معاصر فقہا اور فقہی بحث و تحقیق کے اداروں کی آرا، اور فتاوی کی روشنی میں دینے کی کوشش کریں گے۔

سوال یہ ہے کیا اسلام کی رو سے کوئی انسان اپنی نسل کے سلسلے میں بیٹے یا بیٹی میں سے کسی کا چناؤ کر سکتا ہے؟ کہ جدید طبی تحقیقات کے نتیجہ میں نومولود کی جنس کی تعیین میں ڈاکٹروں نے کامیابی حاصل کرلی ہے، اور ہمارے ملک سمیت دنیا کے بے شمار ممالک میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔

جنس جنین کی تعین کے اسباب و دوافع

یہ سوال بھی اہم ہے کہ کن اسباب کی بنیاد پر کسی خاص صنف کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے؟ اس کے کئی اسباب ہیں:

۱۔ اقتصادی و معاشی وجوہ

اقتصادی اور معاشی طور پر، بالعموم مرد ہی خاندان کا کمانے والا فرد شمار ہوتا ہے، اس لیے لڑکوں کو ترجیح دینا عام طور پر مروج رہا ہے۔ بیٹوں کو تو اس امید پر پال لیا جاتا کہ بعد میں وہ حصول معیشت میں ہاتھ بٹائیں گے، مگر بیٹیوں کو اس لیے ہلاک کر دیا جاتا کہ انھیں جوان ہونے تک پالنا پڑے گا اور پھر انھیں بیاہ دینا ہوگا۔ نرینہ اولاد کو صنفِ نازک پر ترجیح کا یہ سبب قدیم زمانے سے لے کر اب تک انسانی معاشرے میں موجود رہا ہے۔

۲۔ امن وامان اور دفاعی اسباب

دنیا میں امن وامان کے قیام و حفاظت نیز دشمن سے مقابلہ اور وطن واہل وطن کی حفاظت کا فریضہ بالعموم مرد ہی سر انجام دیتے ہیں، اور جس معاشرے میں بدامنی عام ہو جائے تو اس میں بیٹوں کو بیٹیوں کے مقابلے میں ترجیح دینا سمجھ میں آتا ہے کہ جتنے زیادہ بیٹے ہوں گے اتنے ہی حامی و مددگار ہوں گے، اور قبائلی جنگوں میں بیٹیوں کی حفاظت کرنی پڑتی تھی اور دفاع میں وہ کسی کام نہ آسکتی تھیں بلکہ قید ہو کر لونڈیاں بنالی جاتیں تھیں۔

۳-امراض سے حفاظت

بچوں میں بھی بڑی عمر کے لوگوں کی طرح بیماریاں پھیلتی ہیں، لیکن بعض مخصوص بیماریاں ایسی ہیں جو بچوں کی صرف ایک مخصوص-بالعموم مردانہ- جنس میں ہی پائی جاتی ہیں، مثلاً: ہیموفیلیا (Haemophilia) اور پٹھوں کی کم زوری اور سکڑنے کی وراثتی بیماری(Duchenne Muscular Dystorphy)۔طبی سائنس دانوں نے تقریباً دو سو ایسی بیماریاں دریافت کی ہیں جو صرف بچوں، لڑکوں میں ہی منتقل ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں والدین دوسری جنس یعنی بچی کا انتخاب زیادہ محفوظ، بہتر اور آسان محسوس کرتے ہیں۔

۴-انفرادی، ومعاشرتی اسباب

کسی جوڑے کو اگر صرف نرینہ اولاد ملی ہو یا صرف بچیاں ہی ہوں تو ان میں دوسری صنف کی اولاد کے حصول کی خواہش ایک فطری خواہش ہے، بالخصوص لڑکوں اور نرینہ اولاد کی خواہش زیادہ زوردار اور قوی ہوتی ہے۔ زوجین میں سے کسی ایک یا دونوں کی، کسی صنف میں ذاتی رغبت یا خواہش بھی جنس جنین کے چناؤ کا سبب بن سکتی ہے، جیسے اگر کسی خاتون کے نظام تولید میں کوئی مشکل ہو اور آئندہ اولاد کے مواقع محدود اور استقرارِ حمل کے امکانات کم ہوں تو یہ ایسی صورت میں میں بیوی از خود یا کسی کے مشورہ وترغیب پر، دونوں صنفوں میں کسی ایک صنف کے چناؤ کا راستہ اختیار کریں گے۔

۵- آبادی میں اضافے پر کنٹرول

بالعموم مشاہدے میں آیا ہے کہ بچیوں کی ماں نرینہ اولاد کے انتظار میں، اپنی صحت کی پروا نہ کرتے ہوئے بھی مزید بچیوں کو جنم دیتی رہتی ہے تا آں کہ اس کی گود ایک بچے سے ہری ہو جائے۔ اب اگر اس کی فطری خواہش کی تکمیل میں ابتدا میں ہی اس کی مناسب رہ نمائی اور معاونت کی جائے تو وہ مزید اولاد کی پیدائش روکنے پر راضی ہو جاتی ہے۔ اس طرح آبادی میں لامحدود اضافے کا ایک سبب ختم کر کے اس کو کنٹرول کرنا آسان ہو سکتا ہے۔

۶- وراثتی جاے داد کو اپنے خاندان میں رکھنے کی خواہش

معاشرتی طور پر عورت کے ساتھ ہونے والے ظلم وستم کی ایک پھیلی ہوئی، بالخصوص جاگیردارانہ معاشرے میں، اور عام دیکھی جانے والی صورت یہ ہے کہ اپنی جاے داد کو بچانے کے لیے عورت کی شادی نہیں کی جاتی یا پھر، نعوذ باللہ، قرآن کے ساتھ شادی کر دی جاتی ہے، لیکن جدید ٹیکنالوجی کے نتیجے میں ایسے لوگ اب اپنی

جاے داد کا وارث، خود منتخب کر سکتے ہیں کہ جدید طبی تدابیر سے بچہ حاصل کر لیں اور بچیوں کے ساتھ ظلم وزیادتی سے بھی بچ جائیں۔

جنس جنین کی تعیین کے طریقے

بیٹی یا بیٹے کا انتخاب کرنے کے کئی طریقے مروج ہیں، جن میں سے کچھ عقیدہ وایمان، بعض سائنسی حقائق اور محض توہمات وخرافات پر مبنی ہیں، یہ طریقے دو طرح کے ہیں:

اول: تعیین جنس کے طبعی وفطری طریقے

اس میں بالعموم تعیین جنس کے طالب مرد یا عورتیں از خود، ایسے کام کرتے ہیں جن میں کسی دوسرے شخص کی کوئی معاونت یا مداخلت بہ ظاہر نظر نہیں آتی۔ طبعی اور فطری طریقے میں درجِ ذیل قسمیں شامل ہیں:

۱- خالق سے دعا والتجا

قرآن مجید نے جہاں واضح طور پر یہ بتایا کہ اولاد کی نعمت سے کسی کو نوازنا، خالصتاً اللہ تعالیٰ کی صواب دید ومشیئت ہے، وہیں پر یہ بھی بتایا کہ اس میں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ کی مشیئت وصواب دید کے معنی یہ نہیں کہ وہ خود بھی اس کا پابند ہو گیا ہے اور خود بھی اس کو تبدیل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، بلکہ اس کا درست مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسری کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے اذن کے بغیر یا، نعوذ باللہ، اللہ کی مرضی کے خلاف از خود اس میں کوئی تبدیلی کر سکے۔ جو لوگ اس مشیئت میں تبدیلی کے خواہش مند ہوں ان کو واضح طور پر بتادیا گیا کہ اس میں تبدیلی صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتے ہیں: ﴿ يَمْحُواْ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ وَعِندَهُۥٓ أُمُّ ٱلْكِتَٰبِ ﴾[۸] "(أم الکتاب" یعنی لوح محفوظ، اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، وہ اس میں جو چاہتا ہے باقی رکھتا اور جو چاہتا ہے اس کو مٹا دیتا ہے۔)

اور اگر کسی کو، کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی کروانی ہو تو اس کے راستے بھی سجھائے گئے کہ اسی خالق سے عاجزانہ درخواست کرے۔ یہ دعا اور درخواست عبادت ہی نہیں بلکہ عبادت کا مغز ہے، اور نہ صرف اولاد کے حصول میں بلکہ صنف کی تعیین، اور مستقبل میں شیاطین کے حملوں سے بچاؤ میں بھی مدد دیتی ہے۔

۸- القرآن ۱۳: ۳۹۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی زبان سے -بالخصوص اپنے گناہوں کی معافی اور پردہ پوشی کی دعا کو نرینہ اولاد کا ذریعہ بتایا: ﴿ فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا * يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا * وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَٰرًا * ﴾[۹] (میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، استغفار کرو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمھیں بہت سارے مالوں اور نرینہ اولاد سے نوازے گا، تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔)

سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت ہود عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کو خطاب کر کے فرمایا: ﴿ وَيَٰقَوْمِ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا۟ مُجْرِمِينَ ﴾[۱۰] (اور اے میری قوم کے لوگو، اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا اور تمھاری موجودہ قوت میں مزید قوت کا اضافہ کرے گا۔)

گویا استغفار جو دعا کی ایک قسم ہے، قوت، صحت وعافیت اور نشاط کا بلاواسطہ سبب ہے اور یہ سب چیزیں اولاد کے حصول میں بالواسطہ مددگار ہیں۔ خود نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعے سے بھی اسی سورۂ ہود میں اہل مکہ کو مخاطب کر کے یہ بات فرمائی گئی: "اور یہ کہ اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مقرر وقت تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا۔"[۱۱] ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کی مجلس میں ایک شخص نے خشک سالی کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا کہ اللہ سے استغفار کرو۔ دوسرے شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی، تیسرے نے کہا میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی، چوتھے نے کہا میری زمین کی پیداوار کم ہو رہی ہے۔ ہر ایک کو وہ یہی جواب دیتے چلے گئے کہ استغفار کرو۔ لوگوں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ سب کو مختلف شکایتوں کا ایک ہی علاج بتا رہے ہیں؟ انھوں نے جواب میں سورۂ نوح کی یہ آیات سنا دیں۔[۱۲] حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا بیان ہے کہ ایک انصاری

۹- القرآن ۷۱: ۱۰-۱۲۔

۱۰- القرآن ۱۱: ۵۲۔

۱۱- القرآن ۱۱: ۳۔

۱۲- ملاحظہ ہو: فخر الدین محمد بن عمر الرازی، مفاتیح الغیب (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۲۱ھ)، ۳۰: ۱۲۲۔

شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے اب تک اولاد کی نعمت نہیں ملی، میرے ہاں بچہ نام کی کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " فَأَينَ أَنْتَ مِنْ كَثْرَةِ الِاسْتِغْفَارِ ، وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ تُرْزَقُ بِهَا." (تم کثرت کے ساتھ استغفار اور صدقہ کیوں نہیں کرتے! اسی سے تمہیں اولاد کی نعمت نصیب ہوگی۔) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق بہت زیادہ صدقہ کرتا، اور کثرت سے اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرتا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو نو بچے نصیب فرمائے۔[۱۳] یہ حدیث دعا کے ذریعہ اولاد بالخصوص نرینہ اولاد کے حصول کی بہترین مثال ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے میاں بیوی دونوں کو مقاربت کے وقت دعا کی تعلیم دیتے ہوئے اس کے مستقبل میں ہونے والی اولاد پر اثرات بھی بتائے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان میں سے جب کوئی شخص اپنے گھر والوں کے پاس جاتے (یعنی بیوی سے ملاقات کے) وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرلے: "بِاسْمِ الله، اللهمَّ جَنِّبْنِي الشَّيطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيطَانَ مَارَزَقْتَنَا." (اللہ تعالیٰ کے نام سے، اے اللہ! شیطان کو مجھ سے، اور جو کچھ آپ ہمیں عنایت فرمائیں، اس سے دور رکھ) پھر ان دونوں کو اس ملاقات کے نتیجے میں اولاد ملے تو اس کو شیطان کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔[۱۴]

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں اپنے برگزیدہ نبیوں کے حوالے سے بتایا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ہی دعائیں کرتے تھے کہ وہ اولاد کی نعمت سے محرومی کے فیصلے کو تبدیل کردے، یا بچی اور بچے میں سے مطلوب جنس کی اولاد سے نوازے، جیساکہ حضرت زکریا کو یحییٰ علیہما السلام بڑھاپے میں دعا کے ذریعے عطا ہوئے:

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُۥ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ ٱلدُّعَآءِ ۝ فَنَادَتْهُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُصَلِّي فِي ٱلْمِحْرَابِ أَنَّ ٱللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا

۱۳- ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، مسند أبي حنيفة رواية الحصكفي، كِتَابُ الطِّب وَفَضْلِ الْمَرَضِ وَالرُّقَى وَالدَّعَوَاتِ، حدیث: ۱۲؛ شرح مسند أبي حنيفة، علی بن (سلطان) محمد، ابو الحسن نور الدین الملا الہروی القاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) تحقیق: الشیخ خلیل محیی الدین المیس (بیروت: دار الکتب العلمية، ۱۹۸۵ء)، ۵۸۷۔

۱۴- **صحيح البخاري**، النكاح، باب ما يقول الرجل إذا أتى أهله، حدیث: ۵۱۶۵۔

وَنَبِيًّا مِّنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ﴾[۱۵] (یہ حال دیکھ کر زکریا نے اپنے رب کو پکارا "پروردگار! اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر۔ تو ہی دعا سننے والا ہے، جواب میں فرشتوں نے آواز دی، جب کہ وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، کہ اللہ تجھے یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے ایک فرمان کی تصدیق کرنے والا بن کر آئے گا، اس میں سرداری اور بزرگی کی شان ہوگی، اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے مکمل طور پر روکے ہوئے ہوگا۔ نبّوت سے سرفراز ہوگا اور صالحین میں شمار کیا جائے گا۔)

اور فرمایا:

﴿ كٓهيعٓصٓ * ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُۥ زَكَرِيَّآ * إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥ نِدَآءً خَفِيًّا * قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ ٱلْعَظْمُ مِنِّي وَٱشْتَعَلَ ٱلرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا * وَإِنِّي خِفْتُ ٱلْمَوَٰلِيَ مِن وَرَآءِى وَكَانَتِ ٱمْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا * يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ ءَالِ يَعْقُوبَ ۖ وَٱجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا * يَـٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَـٰمٍ ٱسْمُهُۥ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُۥ مِن قَبْلُ سَمِيًّا ﴾[۱۶]

حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم میوے دیتا ہے تو اپنے پورے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے کے علم کے باوجود، آپ کو ایک دوسری قسم کے بے موسم میوے یعنی نیک اولاد طلب کرنے کی ہمت ہوئی، اور چونکہ بہ ظاہر یہ ایک ناممکن چیز کی طلب تھی، اس لیے نہایت پوشیدگی سے یہ دعا مانگی۔ ابھی اپنے عبادت خانے میں ہی تھے کہ فرشتوں نے انھیں خوش خبری سنادی کہ آپ کے ہاں ایک لڑکا ہوگا جس کا نام یحییٰ رکھنا، ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ یہ بشارت ہماری طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد حضرت زکریا کو پہلی خوش خبری سے بڑی دوسری بشارت دی گئی کہ تمہارا یہ لڑکا نبی بھی ہوگا۔

دعا کے نتیجے میں بڑھاپے میں معجزانہ طورپر، اولاد کی نعمت سے نوازے جانے کا دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم کو حضرت اسماعیل علیہما السلام جیسا بیٹا ملنے کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے بھی نوازا، چنانچہ فرمایا:

﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ * فَبَشَّرْنَـٰهُ بِغُلَـٰمٍ حَلِيمٍ * فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ ٱلسَّعْيَ قَالَ يَـٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرَىٰ فِي ٱلْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ فَٱنظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَـٰٓأَبَتِ ٱفْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ مِنَ

۱۵- القرآن ۳: ۳۸-۳۹۔

۱۶- القرآن ۱۹: ۱-۷۔

ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴾[۱۷] (اے پروردگار، مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحین میں سے ہو (اس دعا کے جواب میں) ہم نے اس کو ایک حلیم (بردبار) لڑکے کی بشارت دی۔ وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیم (عَلَیْہِ السَّلَام) نے اس سے کہا، "بیٹا، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: "ابا جان، جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔")

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو، حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کی بشارت بھی بڑھاپے میں ملی: ﴿ وَٱمۡرَأَتُهُۥ قَآئِمَةٞ فَضَحِكَتۡ فَبَشَّرۡنَـٰهَا بِإِسۡحَـٰقَ وَمِن وَرَآءِ إِسۡحَـٰقَ يَعۡقُوبَ ﴾[۱۸] (ابراہیم کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی، وہ یہ سن کر ہنس دی۔ پھر ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔)

اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا ٱعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَهَبۡنَا لَهُۥٓ إِسۡحَـٰقَ وَيَعۡقُوبَۖ وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِيًّا ﴾[۱۹] (پس جب وہ ان لوگوں سے اور ان کے معبودان غیر اللہ سے جدا ہو گیا تو ہم نے اس کو اسحاق (عَلَیْہِ السَّلَام) اور یعقوب (عَلَیْہِ السَّلَام) جیسی اولاد دی اور ہر ایک کو نبی بنایا۔)

اور کبھی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مطلوب صنف کی اولاد نہ ملے، تو اس میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکمت و مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ بسا اوقات انسان اس حکمت و مصلحت کی تہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے رنجیدہ ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت مریم عَلَیْہَا السَّلَام کی والدہ کو دعا کے برعکس بچی ملی:

﴿ إِذۡ قَالَتِ ٱمۡرَأَتُ عِمۡرَٰنَ رَبِّ إِنِّي نَذَرۡتُ لَكَ مَا فِي بَطۡنِي مُحَرَّرٗا فَتَقَبَّلۡ مِنِّيٓۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ * فَلَمَّا وَضَعَتۡهَا قَالَتۡ رَبِّ إِنِّي وَضَعۡتُهَآ أُنثَىٰ وَٱللَّهُ أَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ وَلَيۡسَ ٱلذَّكَرُ كَٱلۡأُنثَىٰۖ وَإِنِّي سَمَّيۡتُهَا مَرۡيَمَ وَإِنِّيٓ أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ ٱلشَّيۡطَٰنِ ٱلرَّجِيمِ ﴾[۲۰]

۱۷- القرآن ۳۷: ۱۰۰-۱۰۲۔

۱۸- القرآن ۱۱: ۷۱۔

۱۹- القرآن ۱۹: ۴۹۔

۲۰- القرآن ۳: ۳۵-۳۶۔

(وہ اس وقت سن رہا تھا جب عمران کی عورت کہہ رہی تھی کہ "میرے پروردگار! میں اس بچے کو، جو میرے پیٹ میں ہے، تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا۔ میری اس پیش کش کو قبول فرما۔ تو سننے اور جاننے والا ہے۔" پھر جب وہ بچی اس کے ہاں پیدا ہوئی تو اس نے کہا: "مالک! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہو گئی ہے، حالاں کہ جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خبر تھی۔ اور کوئی لڑکا اس لڑکی کی طرح نہ ہوتا۔ خیر، میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطانِ مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔")

دوم: تعیین جنس کے طبی وعلاجی طریقے

اس پر عمل درآمد میں علاج لینے والے میاں بیوی، عورت مرد، کے علاوہ دیگر اشخاص بھی بہ طور معاون شریک ہوتے ہیں، اور یہ بالعموم ٹیسٹ ٹیوب بے بی یا زیادہ صحیح الفاظ میں مصنوعی بارآوری کے ذریعے عمل میں آتا ہے۔ یہ ایک جدید طریقۂ تولید ہے جو بانجھ پن کے علاج کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس میں بالعموم جنسِ جنین کا چناؤ لیبارٹری میں ہوتا ہے، کبھی بارآوری سے قبل اور کبھی بارآوری کے بعد۔

ا۔ مصنوعی بیرونی بارآوری (ٹیسٹ ٹیوب بے بی) کا طریقہ

اس طریقے میں ٹیسٹ ٹیوب میں بارآور شدہ نطفے میں جنین کی جنس معلوم کر کے مطلوب جنس کو دوبارہ رحم مادر میں منتقل کیا جاتا اور بقیہ نطفوں کو ضائع کر دیا جاتا ہے۔ عورت کی ناف کے نیچے چھوٹا سا شگاف کر کے، لیپرو سکوپ (laparoscop) نامی ایک آلہ داخل کیا جاتا ہے، جس میں روشنی کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے پختہ بیضوں کو حاصل کر لیا جاتا ہے اور اگر وہ نکلنے کے قریب ہوں تو عمل جراحی کے ذریعے حسب ضرورت پختہ بیضے حاصل کر لیے جاتے ہیں۔ حاصل شدہ زنانہ نطفوں کو مرد کے حاصل شدہ نطفوں کے ساتھ شامل کر دیا جاتا ہے۔ عام طور پر ایک شیشے کی نالی یا ٹیوب میں ملائے جاتے ہیں۔ یہ مجموعہ قرآن مجید کی اصطلاح میں (نطفة أمشاج =Zygote) کہلاتا ہے۔ اس میں مرد کے نطفے، عورت کے نطفوں کو باآور کر دیتے ہیں۔ مرد و عورت کے نطفوں والے اس مجموعے میں جنس طے ہو چکی ہوتی ہے اور وہ کروموسوم کے مطالعے کے ذریعے معلوم کی جا سکتی ہے۔

اب ان بارآور شدہ بیضوں کو "کنولا" نامی ایک پلاسٹک ٹیوب کے ذریعے رحم مادر میں پہنچا دیا جاتا ہے جہاں یہ بار آور شدہ بیضہ فطری طریقے پر نمو وافزائش کے دیگر مراحل طے کر کے مکمل بچے کی شکل میں جنم لیتا ہے۔

یہ طریقۂ علاج، اب دنیا میں تقریباً سب سے زیادہ مروج ہے، کیوں کہ اس میں کامیابی کا تناسب سب سے زیادہ ہے۔

۱. حفاظتی انجکشن اور ہارمونی دوائیں:

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عورت کو–مردانہ یا نسوانی -کسی ایک خاص جرثومے کے دستیاب حفاظتی انجکشن لگادیے جائیں جس سے اس قسم کے -مثلا مردانہ (Y) یا زنانہ(X)-جرثومے اس کے جسم میں داخل ہوتے ہی کم زور ہو جائیں، اور دوسری قسم کے جرثومے اپنی طبعی وفطری طاقت کے بل بوتے پر نسوانی نطفہ سے جاملیں، اس طرح مطلوبہ جنس کا نومولود حاصل کرلینا آسان اور ممکن ہو جائے گا۔ لیکن یہ انجکشن یا ہارمونی دوائیں ابھی تجرباتی مراحل سے گزر رہی ہیں، اس لیے ان کی افادیت کے متعلق کوئی حتمی بات کہنا قبل از وقت ہے۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بیضہ دان میں نشاط وطاقت کی دوا (CLOMIPHENE) استعمال کرنے سے بچی اور ہارمون(TESTERONE) استعمال کرنے سے بچہ پیدا ہونے کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔

۳. منتخب جرثومے کے ذریعے بارآوری:

قبل ازیں یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ میڈیکل سائنس دان عورت اور مرد کے نطفوں میں مردانہ اور زنانہ کروموسومز کو الگ کرنے اور ہر ایک کی خصوصیات، اور کام معلوم کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اس طریقے میں طبی ماہرین، مرد کے نطفے میں موجود انھی زنانہ(x) اور مردانہ (y) خصوصیات کے جرثوموں کو الگ الگ کرکے مطلوب صنف کے جرثومہ کو عورت کے بیضہ(Egg) کے ساتھ ملاتے ہیں۔

اس سلسلے میں مصنوعی بیرونی بارآوری–ٹیسٹ ٹیوب بے بی-کا طریقہ یا براہ راست عورت کی بچہ دانی–رحم–میں انجکشن، کسی بھی طریقے کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اب تک کی معلومات کے مطابق یہ طریقہ سب سے زیادہ کامیاب ہے اور اس کی کامیابی کا تناسب ۹۵٪ فی صد سے بھی زیادہ ہے۔ البتہ اس طریقہ میں خطرات یہ ہیں کہ جرثوموں کو الگ کرنے کے عمل میں ان کو کیمیائی اور شعاعی عمل سے گزارا جاتا ہے، اس پیچیدہ عمل سے ان کو نقصان پہنچتا ہے جس کا نتیجہ بعض اوقات اسقاط حمل اور بعض اوقات ناقص الخلقت بچوں کی پیدائش کی صورت میں نکلتا ہے۔

۴. جنس معلوم ہونے پر اسقاطِ حمل:

جدید میڈیکل سائنس نے ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے بچے کی صنف معلوم کرنے میں جو کامیابی حاصل کرلی ہے، اس سے جہاں انسان کی تحقیق وجستجو کو تسکین ملی وہیں پر، غیر مطلوب جنس کی صورت میں اسقاط بھی عام ہوا اور اس شکل میں بچوں کے خلاف جرائم میں خوف ناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ اس طرح اسقاطِ حمل کے ذریعے آبادی کو کنٹرول کرنے اور کم کرنے کے علاوہ، اولاد کی غیر مرغوب صنف کی آمد بھی روکی جاتی ہے۔

کیا جنین کی صنف معلوم کرلینا اسلامی عقائد کے خلاف ہے؟

اب ہم اس بحث کے ایک اہم اور بنیادی سوال کو لیتے ہیں۔ کیا ماں کے پیٹ میں صنف کا علم عقیدہ و ایمان کے خلاف ہے؟ اس میں شک نہیں کہ ماں کے پیٹ میں صنف جنین کا علم اللہ تعالی کے خصائص میں سے ہے اور وہی اس کو جانتے ہیں، کسی انسان کو اس کا علم ماننا اسلامی عقیدے کے خلاف ہے۔ کسی انسان کو اس کا علم ہونا یا اس طرح کا دعوی کرنا بہ ظاہر اسلام کے ثابت شدہ عقیدے سے ٹکراتا ہے اور اس کے دو سبب ہیں:

اول: عام لوگوں میں یہ عام تصور ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کے جملہ حالات بہ شمول جنس۔ بچی یا بچہ۔ غیبی امور میں سے ہیں جن کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ﴿ ٱللَّهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ ٱلۡأَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُۖ وَكُلُّ شَيۡءٍ عِندَهُۥ بِمِقۡدَارٍ ۞ عَٰلِمُ ٱلۡغَيۡبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ ٱلۡكَبِيرُ ٱلۡمُتَعَالِ ۞ ﴾[۲۱] (اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے۔ جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔)

سید ابو الاعلی مودودی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر **تفہیم القرآن** میں، اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ماؤں کے رحم میں بچے کے اعضاء اس کی قوتوں اور قابلیتوں، اور اس کی صلاحیتوں اور استعدادوں میں جو کچھ کمی یا زیادتی ہوتی ہے، اللہ براہ راست نگرانی میں ہوتا ہے"۔ اسی طرح فرمایا: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلۡغَيۡثَ وَيَعۡلَمُ مَا فِي ٱلۡأَرۡحَامِۖ وَمَا تَدۡرِي نَفۡسٞ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدٗاۖ وَمَا تَدۡرِي نَفۡسُۢ بِأَيِّ أَرۡضٖ تَمُوتُۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرُۢ ﴾[۲۲]

۲۱- القرآن ۱۳: ۸-۹۔

۲۲- القرآن ۳۱: ۳۴۔

اس آیت میں مذکور ان پانچ امور کو رسول اللہ ﷺ نے "مفاتیح الغیب" یعنی غیب کی کنجیاں قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَفَاتِيحُ الْغَيبِ خَمْسٌ لَا يعْلَمُها إِلَّا اللهُ لَا يعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا اللهُ." [۲۳]

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ خواتین کی بچہ دانیوں میں کیا ہے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، تو کسی انسان کو اس کا علم اور صنف کا چناؤ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

دوم: جب قرآن مجید نے واضح طور پر بتادیا کہ بچی یا بچہ دینا اللہ تعالیٰ کی مشیئت پر منحصر ہے، تو صنف کا چناؤ یا اس کی کوشش اللہ تعالیٰ کی قدرت ومشیئت میں دخل اندازی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ صحیح، ثابت شدہ شرعی دلیل اور سائنسی حقیقت دونوں قطعی اور یقینی اشیاء ہیں اور قطعیات میں کبھی تعارض اور تضاد نہیں ہو سکتا، اس لئے اگر بظاہر تعارض نظر آتا ہے، تو پھر یہ دیکھا جانا چاہیے کہ آیا شرعی دلیل کے ثبوت، فہم یا توجیہ وتفسیر میں کوئی خلل ہے؟ اگر نہیں تو پھر سائنس ابھی کسی درست نتیجہ تک نہیں پہنچ سکی۔ اور ظن وتخمین کو حقیقت کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں (الْأَرْحَامِ) جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور اس کو انسانوں کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا، بلکہ عام رکھا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بے شمار پرندوں، لاتعداد حیوانات اور اربوں انسانوں کی مادہ کے پیٹ میں کیا پرورش پارہا ہے؟ بیک وقت ان سب کا حقیقی اور یقینی علم صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اور دوسری مخلوق کا کیا سوال، صرف انسانوں میں صنفِ نازک کے پیٹ میں پرورش پانے والی اشیاء کا مکمل اور یقینی علم کسی ایک انسان یا گروہ کو حاصل ہونا ممکن نہیں۔ یہ سب علم صرف اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں سے جتنا کچھ علم جس انسان کو جس وقت دینا چاہے وہ دیتا ہے، اور اسباب ووسائل کے ذریعہ دیتا ہے مثلاً: الٹرا ساؤنڈ، اور دیگر لیبارٹری ٹیسٹوں کے ذریعہ عورت کے پیٹ میں زیر پرورش جنین اور اس کے احوال وکیفیات کے بارے میں ظنِ غالب کے قریب علم ہو سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود انسان اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی نسبت نہیں۔ اور اس سے قرآن وحدیث کے بیان کی صداقت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اور اسی طرح تخلیق سے قبل کسی انسان کو بچہ کی صنف معلوم ہونا ممکن نہیں، اور یہ اسلامی عقیدہ وایمان کے خلاف ہے۔ اور ایسے ہی تخلیق شروع ہونے کے بعد یہ جنین ماں کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے گا؟ کیا زندہ باہر آسکے گا؟ اس کی قسمت روزی کیا ہوگی؟ اور وہ کیا کام کرے گا؟ اور اس کا انجام کیا ہوگا، ایمان اور عمل صالح پر یا کفر وشرک اور فسق وفجور میں مبتلا

۲۳- **صحيح البخاري**، كتاب التوحيد، التوحيد، بَابُ قَوْلِ الله تَعَالَى: "عَالِمُ الْغَيبِ فَلَا يظْهِرُ عَلَى غَيبِهِ أَحَدًا" وَ "إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ"، حديث:۴۷۷۸۔

ہو کر؟ یہ سب باتیں، اللہ تعالی کو معلوم ہیں، لیکن اس کے بتانے سے یا بعض اسباب کے ذریعہ ان میں بعض چیزیں مخلوق میں سے بھی کسی کو معلوم ہونے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

اور بچہ یا بچی کا علم بھی اسباب کے تابع، اور جدید ذرائع ووسائل تحقیق کی مدد سے کسی انسان کو معلوم ہو سکتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے باخبر کرنے سے بھی حقیقت حال معلوم ہو سکتی ہے جیسا کہ صحیح اور ثابت شدہ احادیث ہیں کہ فرشتوں کو استقرار حمل کے کچھ ہی عرصہ بعد، ماں کے پیٹ میں بچہ کی جنس، رزق، عمر، اور شقاوت وسعادت کے بارے میں بتادیا جاتاہے، تو پھر یہ چیزیں، اس معنی میں غیب کی کنجیاں کیسے ہو سکتی ہیں کہ جس میں عام طور پر ان کو سمجھا جاتا ہے، کہ ان کا کسی قسم کا علم بھی اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو نہیں ہو سکتا۔ انہی نصوص پر مجموعی نظر کے پیشِ نظر مشہور، امام ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ تعالی اپنی تفسیرِ قرآن میں فرماتے ہیں:

هذِه مَفَاتِيحُ الْغَيبِ الَّتِى اسْتَأْثَرَ اللّٰہُ تَعَالَى بِعِلْمِها، فَلَا يعْلَمُها أَحَدٌ إِلَّا بَعْدَ إِعْلَامِه تَعَالَى بِها؛ فَعِلْمُ وَقْتِ السَّاعَةِ لَا يعْلَمُه نَبِي مُرْسَلٌ وَلَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، ﴿لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ إِلَّا هُوَ﴾ [الْأَعْرَافِ: ۱۸۷]، وَكَذَلِكَ إِنْزَالُ الْغَيثِ لَا يعْلَمُه إِلَّا اللّٰہُ، وَلَكِنْ إِذَا أَمَرَ بِه عَلِمَتْهالْمَلَائِكَةُ الْمُوَكَّلُونَ بِذَلِكَ ومَنْ شَاءَ اللّٰہُ مَنْ خَلْقِه. وَكَذَلِكَ لَا يعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ مِمَّا يرِيدُ أَنْ يخْلُقَه اللّٰہُ تَعَالَى سِوَاه، وَلَكِنْ إِذَا أَمَرَ بِكَوْنِه ذِكْرًا أَوْ أُنْثَى، أَوْ شَقِيا أَوْ سَعِيداً علِمَ الْمَلَائِكَةُ الْمُوَكَّلُونَ بِذَلِكَ، ومَنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنْ خَلْقِه.[۲۴]

یہ مفاتیح غیب ہیں جن کا علم اللہ تعالی نے صرف اپنے لیے مخصوص رکھا ہے۔ ان کا علم کسی کو اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ قیامت کا مقرر وقت کوئی نبی مرسل یا مقرب فرشتہ بھی نہیں جانتا جیسے قرآن مجید میں فرمایا: ﴿لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ إِلَّا هُوَ﴾ [الاعراف: ۱۸۷] قیامت کو اس کے وقت پر وہی جلوہ نما کرے گا۔ اسی طرح بارش کا وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، لیکن جب بارش کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم واذن مل جائے تو متعلقہ ذمہ دار فرشتوں کو اور خلق خدا میں سے جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اس کا علم عطا فرماتے ہیں۔ اسی بچہ دانیوں میں اللہ تعالی کیا تخلیق کرنا چاہتے ہیں؟ اُس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بچہ یا بچی، شقی یا سعادت مند ہونے کا فیصلہ کردیا جاتا ہے تو اس پر مامور فرشتوں اور مخلوق میں سے جسے اللہ تعالی چاہیں بتادیتے ہیں۔

۲۴- ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر **القرآن العظیم**، ت: سامی بن محمد سلامہ، (ریاض: دار طيبة للنشر و التوزیع، ۱۴۲۰ھ)، ۶: ۳۵۲۔

فرمایا: ﴿ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَٰتٍ ثَلَٰثٍ ۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ ٱلْمُلْكُ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴾ [٢٥](وہ تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمھیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارارب ہے، بادشاہی اسی کی ہے، کوئی معبود اس کے سوانہیں ہے، پھر تم کدھر سے پھرائے جارہے ہو؟۔)

فرمایا: ﴿ ٱللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ ٱلْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُۥ بِمِقْدَارٍ ﴾ [٢٦] (اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے۔جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔)

رحموں کے اندر کمی بیشی سے بچوں کی تعداد کہ وہ ایک ہے یادو یازیادہ، نیز مدت حمل، کہ وہ چھ ماہ ہے یاسات ماہ یا آٹھ ماہ یا اس سے کم یازیادہ، نیز بچوں کی غذا جو کہ عورت کے جسم کاخون ہے کہ وہ کم ہے یا زیادہ، سب ہی مراد ہوسکتے ہیں کلمہ "ما" کا عموم ان سب ہی صورتوں کو عام اور ان کوشامل ہے اور ان سب امور پر اس وحدہ لاشریک کاعلم ہی حاوی اور محیط ہے۔

ارشاد ہے: ﴿ وَنُقِرُّ فِي ٱلْأَرْحَامِ مَا نَشَآءُ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوٓاْ أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرْذَلِ ٱلْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ﴾ [٢٧] (ہم جس نطفے کو چاہتے ہیں ایک وقت خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں، پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں، تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلالیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔)

٢٥- القرآن ٣٩: ٦۔

٢٦- القرآن ١٣: ٨۔

٢٧- القرآن ٢٢: ٥۔

اسی طرح غیوب خمسہ کا ذکر قرآن مجید نے کیا: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌۢ ﴾ [۲۸] (اس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کی موت آنی ہے، اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔)

یعنی تمھاری اپنی بیویوں کے پیٹ میں تمھارے اپنے نطفے سے حمل قرار پاتا ہے جس سے تمھاری نسل کا مستقبل وابستہ ہوتا ہے۔ مگر تم نہیں جانتے کہ کیا چیز اس پیٹ میں پرورش پا رہی ہے اور کس شکل میں کن بھلائیوں یا برائیوں کو لیے ہوئے وہ برآمد ہوگی۔

یہ ساری معلومات اللہ نے اپنے ہی پاس رکھی ہیں اور ان میں سے کسی کا علم بھی تم کو نہیں دیا۔ ان میں سے ایک ایک چیز ایسی ہے جسے تم چاہتے ہو کہ پہلے سے تمھیں اس کا علم ہو جائے تو کچھ اس کے لیے پیش بندی کر سکو لیکن تمھارے لیے اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ ان معاملات میں اللہ ہی کی تدبیر اور اسی کی قضا پر بھروسا کرو۔

یہاں ایک بات اور بھی اچھی طرح سمجھ لینی ضروری ہے، کہ اس آیت میں امور غیب کی کوئی فہرست نہیں دی گئی ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ یہاں تو صرف سامنے کی چند چیزیں مثالاً پیش کی گئی ہیں جن سے انسان کی نہایت گہری اور قریبی دل چسپیاں وابستہ ہیں اور انسان اس سے بے خبر ہے۔ اس سے نتیجہ نکالنا درست نہ ہوگا کہ صرف یہی پانچ امور غیب ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حالاں کہ غیب نام ہی اس چیز کا ہے جو مخلوقات سے پوشیدہ اور صرف اللہ پر روشن ہو، اور فی الحقیقت اس غیب کی کوئی حد نہیں ہے۔

جنس جنین کے چناؤ کا شرعی حکم

اب ہم جنس جنین کے چناؤ کا شرعی حکم معاصر فقہا اور اہل علم کی آرا کی روشنی میں بیان کریں گے۔ چونکہ یہ ایک نیا اور اجتہادی مسئلہ ہے اس لیے اہل علم کے ہاں چار قسم کی آرا پائی جاتی ہیں:

۲۸- القرآن ۳۱: ۳۴۔

۱- **جواز:** یعنی ماں کے پیٹ میں زیر پرورش، یا استقرارِ حمل سے قبل بچے کی جنس کا چناؤ کر لینا شرعا درست ہے۔ جواز کے قائلین میں جمہور اور اکثر اہل علم شامل ہیں۔ اور اداروں میں سے: لجنة الإفتاء، وزارة الأوقاف، کویت، المجمع الفقهي الإسلامي رابطة عالم اسلامی، مجلس الإفتا، اردن، دار الافتا دار العلوم، کراچی کا موقف بھی یہی ہے۔

جواز کے قائلین کے دلائل یہ ہیں:

اولا: اللہ تعالی نے قرآن مجید میں حضرت نوح عَلَیۡہِ السَّلَام کے واقعے میں نقل فرمایا: ﴿ فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا * يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا * وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَٰرًا ﴾[۲۹] (میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، استغفار کرو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمھیں بہت سارے مالوں اور نرینہ اولاد سے نوازے گا، تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ استغفار نرینہ اولاد کے حصول وطلب کا درست ذریعہ اور جائز سبب ہے، اسی لیے حضرت نوح عَلَیۡہِ السَّلَام نے اپنی قوم کو اس کی ہدایت دی۔ اور استغفار کی طرح دیگر جائز اسباب کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید نے حضرت زکریا عَلَیۡہِ السَّلَام کے واقعہ میں نرینہ اولاد کے لیے ان کی دعا نقل فرمائی ہے: ﴿ وَإِنِّى خِفْتُ ٱلْمَوَٰلِىَ مِن وَرَآءِى وَكَانَتِ ٱمْرَأَتِى عَاقِرًا فَهَبْ لِى مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا * يَرِثُنِى وَيَرِثُ مِنْ ءَالِ يَعْقُوبَ ۖ وَٱجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴾[۳۰] (میرے رب! مجھے اپنے بعد اپنے جانشین کے بارے میں خدشہ ہے، میری بیوی بانجھ ہے، اس لیے مجھے خاص اپنے پاس سے ایک جانشین عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب عَلَیۡہِ السَّلَام کا اصل وارث ہو، اور اس کو اپنی رضا بھی عطا کر۔)

۲۹- القرآن ۷۱: ۱۰ – ۱۲۔

۳۰- القرآن ۱۹: ۵ – ۶۔

اسی طرح قبیلۂ عمران کی عورت، مریم علیہاالسلام کی والدہ کی دعا قرآن مجید میں نقل ہوئی ہے جس میں انھوں اپنے پیٹ کی نرینہ اولاد کو بہ طور نذر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کیا تھا: (وہ اس وقت سن رہا تھا) جب عمران کی عورت کہہ رہی تھی کہ میرے پرور دگار! میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں، وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا۔ میری اس پیشکش کو قبول فرما۔ تو سننے اور جاننے والا ہے۔

بچی کی ولادت پر مایوسی کے ساتھ انھوں اللہ تعالیٰ سے دوبارہ دعا اور درخواست کرتے ہوئے جو یہ کہا: "رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُها أُنْثَى وَاللهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى.(مالک! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہو گئی ہے۔ حالاں کہ جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خبر تھی۔ اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ خیر، میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں"

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے نرینہ اولاد طلب کی تھی۔

اور دعا کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ کسی ناجائز اور حرام چیز کے لیے نہ مانگی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی مخصوص صنف کی دعا بالخصوص نرینہ اولاد کی دعا شرعا جائز اور درست ہے، اور دیگر وسائل بھی دعا کی طرح جائز ہی شمار ہوں گے۔

حرج وضرر کی نفی:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شریعت اور دین میں حرج کی نفی کی، جیسے فرماتے ہیں: ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ﴾[۳۱] (اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے معاملے میں کوئی حرج نہیں رکھی۔)

ہماری شریعت میں حرج اور تنگی وضرر نہیں ہے، اور جس خاتون کے ہاں نو یا دس بچیاں یا صرف بچے ہی پیدا ہوئے ہوں، اس کی دلی اور فطری خواہش ہوگی کہ بچوں کے ساتھ ایک آدھ بچی بھی مل جائے جو اس کے خصوصی معاملات میں معاونت کر سکے جن میں لڑکے یقینا کچھ نہیں کر سکتے، اور اس کے خاوند کا جائز حق اور فطری تمنا ہے کہ لڑکیوں کی صورت میں ایک آدھ لڑکا بھی پیدا ہو جو اس کے نسب کی بقا اور حفاظت کا سبب بن سکے اور اپنی بہنوں کا دست وبازو ہو، سفر وحضر میں بہ طور محرم ان کا معاون ہو، اور یہ فطری طلب اور حاجت اگر جدید میڈیکل سائنس کے ذریعہ پوری ہو رہی ہو تو اس سے مستفید ہونے میں شرعا کوئی رکاوٹ نہیں۔

۳۱- القرآن ۲۲: ۷۸۔

نعمت وزینتِ اولاد کا حصول واظہار:

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اولاد کو زینتِ دنیا قرار دیا: ﴿ ٱلْمَالُ وَٱلْبَنُونَ زِينَةُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَٱلْبَٰقِيَٰتُ ٱلصَّٰلِحَٰتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ﴾ [۳۲] اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ يحِبُّ أَنْ يرَى أَثَرَ نِعْمَتِه عَلَى عَبْدِه، وَيكْرَه الْبُؤْسَ وَالتَّبَاؤُسَ." [۳۳]

دونوں کو ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اولاد نعمت اور دنیوی زیب وزینت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی باقی نعمتوں کی طرح اس نعمت- جس کی صلاحیت انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے- کا حصول واظہار شرعاً مطلوب اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جس طرح ایک بانجھ انسان علاج کے ذریعے اولاد کے حصول کی کوشش کرتا ہے اسی طرح اولاد کی صنف کا چناؤ بھی اسباب میں سے ہے اس کو اختیار کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔

جائز سبب اختیار کرنا

احادیث میں اختلاف جنس کا سبب بیان ہوا ہے۔ چنانچہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيضُ وَمَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرُ فَمِنْ أَيهِمَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يكُونُ مِنْه الشَّبَه." [۳۴] مرد کا نطفہ گاڑھا سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ اور جو ان میں سے دوسرے پر "برتری" یا "سبقت" حاصل کرلے، اسی سے مشابہت ہوتی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا تھا کہ یہودی علما میں سے ایک عالم نے آکر کہا کہ میں آپ سے کچھ پوچھنے آیا ہوں ایسی چیز کے بارے میں، جسے اس زمین کے باشندوں میں سے صرف اللہ تعالیٰ کے نبی یا کوئی ایک دو آدمیوں ہی جانتے ہوں گے: جِئْتُ أَسْأَلُكَ

۳۲- القرآن ۱۸: ۴۶۔

۳۳- ابو عبد اللہ محمد بن سلامۃ القضاعی المصری، **مسند الشهاب القضاعي**، ت: حمدی بن عبد المجید السلفی، (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۷ھ)، ۲: ۱۶۱، حدیث: ۱۱۰۱۔

۳۴- صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب وجوب الغسل علی المرأة بخروج المني منها، حدیث: ۳۰ (۳۱۱)۔

عَنِ الْوَلَدِ. قَالَ: "مَاءُ الرَّجُلِ أَبْيَضُ، وَمَاءُ الْمَرْأَةِ أَصْفَرُ، فَإِذَا اجْتَمَعَا، فَعَلَا مَنِي الرَّجُلِ مَنِيّ الْمَرْأَةِ، أَذْكَرَا بِإِذْنِ الله، وَإِذَا عَلَا مَنِيّ الْمَرْأَةِ مَنِيّ الرَّجُلِ، آنَثَا بِإِذْنِ الله." میں آپ سے بچے (کی پیدائش) کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: مرد کا نطفہ سفید اور عورت کا پانی زرد ہوتا ہے۔ جب یہ دونوں پانی جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہو جائے تو اللہ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آجائے تو بچی پیدا ہوتی ہے اللہ کے حکم سے، یہودی نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا اور آپ ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں پھر وہ واپس چلا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس یہودی نے مجھ سے جو سوال کیا، مجھے کسی بات کا علم نہ تھا، اللہ تعالی نے مجھے اس کا علم عطا فرمادیا۔[۳۵]

ان احادیث سے جنس جنین کے اختلاف کے اسباب معلوم ہوئے، اور ان معلوم شدہ اسباب میں سے کسی سبب کو اختیار کرنا شرعا درست اور جائز ہے، بالخصوص جب کہ معاملہ بالآخر اللہ تعالی کے دستِ قدرت میں ہی رہے گا۔

عزل پر قیاس:

عزل کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "اعْزِلْ عَنْها إِنْ شِئْتَ، فَإِنَّه سَيأْتِيها مَا قُدِّرَ لَهَا." "تم اگر چاہتے ہو تو عزل کرلو، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں جو لکھ رکھا ہے وہ اس کو مل کر رہے گا۔ عزل ضبط ولادت کی ایک صورت ہے۔ جب مطلق ولادت کو روک دینا اللہ تعالی کی مشیئت وقدرت کے خلاف یا اس میں دخل اندازی کے مترادف نہ ہو، بلکہ جائز اور مباح ہوا، تو صرف ایک صنف کی ولادت کو روک دینا بہ طریق اولیٰ جائز اور مباح ہوگا۔

اباحت اصلی:

جنس جنین کے چناؤ اور انتخاب کی ممانعت کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں نہیں، تو اباحت اصلیہ کے قاعدے کے مطابق یہ جائز ہوگا، بالخصوص جب اس کے نتیجے میں کسی ممنوع اور حرام کا ارتکاب نہ پایا جائے۔

۳۵- **صحیح مسلم**، كتاب الحيض، بَابُ بَيانِ صِفَةِ مَنِي الرَّجُلِ، وَالْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْوَلَدَ مَخْلُوقٌ مِنْ مَائِهِمَا، حدیث: ۳۴۔

نفع مند اشیا کی اباحت:

فقہی قاعدہ :"الأصل في الأشياء النافعة الإباحة." (مفید چیزوں کے بارے میں اصل یہ ہے کہ وہ جائز ہوتی ہیں۔) سے بھی جنس جنین کے چناؤ کی اجازت معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ کسی بھی مفید چیز کی اجازت واباحت مسلم ہے، تا آنکہ اس کی ممانعت آجائے۔ اب یہاں صنف کے انتخاب کی ممانعت موجود نہیں ہے، کیوں کہ نصوص میں ایک غیب کی خبر دی گئی اور ممانعت و نہی موجود نہیں ہے، اس لیے اجازت واباحت بحال رہے گی۔

عدمِ جواز کی راے

یعنی جنس جنین کا چناؤ قبل از استقرارِ حمل ہو یا بعد از استقرار، یہ عمل شرعاً جائز نہیں، یہ بعض اہل علم کی راے ہے، اور اداروں میں سعودی عرب کے دارالافتا (اللجنة الدائمة للإفتاء في المملكة العربية السعودية) کی راے میں جنس جنین کے چناؤ میں میڈیکل سائنس اور ڈاکٹروں کے سب دعوے غلط اور ناممکن ہیں۔

عدم جواز کے قائلین نے بھی دلائل قرآن وحدیث سے استدلال کیا ہے، ان کے دلائل یہ ہیں:

اولاً: قرآن کریم میں اللہ تعالی نے صاف فرمایا: ﴿ وَيَعْلَمُ مَا فِي ٱلْأَرْحَامِ ﴾[۳۶] اسی طرح فرمایا: ﴿ ٱللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثَىٰ وَمَا تَغِيضُ ٱلْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ عِندَهُۥ بِمِقْدَارٍ ﴾[۳۷]

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی پانچ چابیوں کا ذکر کرتے ہوئے "بچہ دانیوں" میں جو کچھ ہے اس کا علم صرف اللہ تعالی کے پاس ہے۔

ان دو آیتوں اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا علم صرف اللہ تعالی کو ہے، اس (جنس جنین) کا علم کسی انسان کو کس طرح ہو سکتا ہے، جب علم ہی نہیں تو جنس میں حسبِ خواہش ورغبت انتخاب کوئی معنی نہیں رکھتا۔

۳۶- القرآن ۳۱: ۳۴۔

۳۷- القرآن ۱۳: ۸۔

دوسری دلیل

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ لِلَّهِ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَآءُ إِنَٰثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَآءُ ٱلذُّكُورَ ﴿٤٩﴾ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَٰثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَآءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴾[۳۸] (اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔)

اس بھی واضح ہے کہ جنین کی تخلیق، اس کی جنس کی تعیین اور کس کو کون سی صنف عطا کرنا ہے، یہ سب اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے۔ اب اس معاملے انسان کا دخل انداز ہونا در اصل اللہ تعالی کی مشیئت و ارادہ میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔

تیسری دلیل

جنس کا چناؤ در اصل ایک قسم کی تغییرِ خلق اللہ میں داخل ہے جو شیطان کا چیلنج تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود بیان فرمایا، لیکن اس دلیل کی کم زوری عیاں اور واضح ہے۔ تغییر کا سوال وجود میں آنے کے بعد پیدا ہوتا ہے جبکہ انتخاب جنس کی بیشتر صورتوں میں یہ عمل جنین کے وجود میں آنے سے قبل ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ نطفہ عورت و مرد دونوں کا انتخاب کے بعد بھی وہی ہوتا ہے جو قبل از انتخاب تھا، اس میں تبدیلی و تغییر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چوتھی دلیل

جنس جنین کے انتخاب کی آزادی کا لازمی اور حتمی نتیجہ، عورتوں اور مردوں کی تعداد میں عدم توازن کی صورت میں نکلے گا جو بے حد وحساب مفاسد اور جرائم کی بنیاد بنے گا۔ انھی مفاسد کے پیش نظر دنیا کے کئی ممالک نے اس عمل پر پابندی کے لیے قانون سازی کی ہے۔

اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس عمل کے جواز کے قائلین محدود پیمانے پر اور صرف انفرادی سطح پر اس کی اجازت دیتے ہیں، وسیع پیمانے پر بہ طور پالیسی اس کو اختیار کرنے کی اجازت کسی نے نہیں دی۔

۳۸- القرآن ۴۲: ۴۹-۵۰۔

۳-توقف

کچھ اہل علم نے کسی رائے کے اختیار کرنے میں توقف کیاہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ یہ مسئلہ ابھی تک علم غیب میں شامل ہے، بیشتر پہلو واضح نہیں ہیں، اس لیے ضروری ہے انتظار کیاجائے؛ کیوں کہ اس مسئلے میں ابھی مزید اجتہاد کی ضرورت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ دلیل، ناواقفی اور کم علمی پر مبنی ہے، جنس جنین کا انتخاب مروج ہوچکا اور اس کا علم بھی پھیل چکا، اور اس کے سبھی پہلو واضح ہوچکے، اب شرعی رائے قائم کرنے میں کوئی ابہام مانع نہیں ہے۔

تفصیل

طبعی اور فطری ذرائع سے انتخاب درست، اور طبی وعلاجی ذرائع سے ناجائز یا کم از مکروہ ہے۔

ترجیح

ہماری نظر جمہور فقہاے معاصرین کی راے اقرب الی الکتاب والسنہ ہے؛ اس لیے لوگوں کی جائز فطری خواہشات کو شرعی قواعد وضوابط کی روشنی میں منضبط کر کے اباحت کا قول اختیار کرنا ہی بہتر ہے۔

جنس جنین کے چناؤ کے لیے ضوابط وشروط

جنس جنین کے انتخاب میں اگر کھلی آزادی دے دی جائے تو اس کے نہایت خطرناک نتائج بر آمد ہوسکتے ہیں۔ اسی صورت حال کے پیشِ نظر اہل علم نے اس کے لیے کچھ حدود و قیود اور ضوابط و قواعد مقرر کیے ہیں تا کہ ان مفاسد اور نقصانات سے بچا جاسکے:

۱- ضرورت وحاجت کا وجود: جنس کے چناؤ کی اجازت صرف اسی صورت میں دی جائے جب اس کی ضرورت یا حاجت بہ منزلہ ضرورت موجود ہو، اور بہ قدر ضرورت، جب نفسیاتی اور طبی وجوہ کسی خاندان کے پاس ہوں تب ہی اس کو اختیار کیا جائے۔

۲- بہ طور عمومی پالیسی اس کو اختیار نہ کیاجائے کہ ہر ایک کو اس کی اجازت یا سہولت ہو، بلکہ صرف ضرورت مند خاندان یا افراد ہی مستفید ہوسکیں۔

۳- چونکہ اس کا اثر نسب پر ہو سکتا ہے جس کی حفاظت شریعت کے مقاصد میں سے ہے، اس لیے صرف محتاط اور خدا ترس دین دار اور قابل اعتماد لوگوں کے ذریعے ہی جنس جنین کے انتخاب کے مراحل میں مدد لی جائے۔

۴- اس کام کے دوران حتی الامکان ستر اور شرم گاہ کی حفاظت کے شرعی احکام وہدایات کو ملحوظ رکھا جائے۔

۵- یہ پختہ ایمان رکھا جائے کہ یہ سائنسی طریقے صرف اسباب ہیں اور مؤثر بالذات نہیں ہیں بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اسی کی تقدیر اور مرضی سے ہوگا۔

علما اور اطبا کا اس پر اتفاق ہے کہ ماں کے پیٹ میں مختلف ٹیسٹوں کے ذریعہ بچے کی صنف معلوم کرنا درست اور جائز ہے، کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ، موجود مخلوق کے متعلق معلومات حاصل کرنا ہے، اور خدائی تخلیق میں کوئی مداخلت نہیں ہے۔

جن نصوص سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ماں کے رحم میں کسی چیز کا علم، غیب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور جدید میڈیکل سائنس کی ترقی کے نتیجہ میں، ماں کے پیٹ میں بچی یا بچہ کا علم یقینی حاصل ہونے میں بہ ظاہر جو تعارض ہے، علمائے کرام نے اس کا جواب دیا ہے:

۱- اللہ تعالیٰ کا "علم ما في الأرحام" جامع، اور تفصیلی ہے جو نطفے سے موت تک ہر لمحہ، ہر مرحلہ، اور اس کی پیدائشی و فطری عادات، اخلاقی و کسبی صفات، زندگی بھر کی اچھی یا بری سرگرمیاں، زندگی کا اچھا یا برا خاتمہ، اور پھر برزخ و قیامت میں اس کا انجام، ان سب چیزوں کو محیط ہے، جب کہ انسان کا علم ناقص ہے اور زیادہ سے زیادہ وہ اب تک یہ معلوم کر سکا ہے کہ ماں کے پیٹ میں زیر پرورش بچہ ہے یا بچی؟ اور ان دونوں قسم کے علوم میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

۲- ماں کے پیٹ میں بچے کی جنس معلوم کرنا، اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ متعارض نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور انسان کے علم میں کوئی نسبت یا تقابل نہیں۔ اللہ کا علم جامع، سچا اور درست، اور انسان کا علم ناقص اور جزوی ہے۔

جنس جنین کا قرائن واسباب کے ذریعے علم حاصل کر لینا ناممکن نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر اثر انداز ہوتا ہے، کیوں کہ قرائن واسباب کا علم، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس نے اسباب اختیار کرنے کا

حکم دیا۔ یہ انسانی کوشش ہے جو اللہ تعالی کی مشیئت کے تحت کامیاب اور بعض اوقات ناکام ہو جاتی ہے۔ اور ایک ظن غالب کی حیثیت رکھتی ہے، اگر اللہ تعالی چاہیں تو اس سبب کی تاثیر کو ختم بھی کر سکتے ہیں۔

اس لیے کسی چیز کا مشیئتِ الہی پر منحصر ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ بلا سبب ہے، بلکہ کسی سبب کے ذریعے بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ شقاوت وسعادت اور رزق، سب اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تابع ہونے کے باوجود ان کا حصول، اسباب کے تابع بھی ہے۔ اسباب کے سلسلے میں بندہ صرف ان کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور بس، سبب کا مؤثر ہونا اور کسی نتیجہ کا برآمد ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی مشیئت ومنظوری پر منحصر ہے۔

❁❁❁❁❁